محمد امداد اللہ خان *

مغربیت کی مائل بزوال شاہراہ

الحمد للّٰہ خالق الأمم الذی علم الانسان مالم یعلم ویوردہ الانسان تارۃ باللسان ومرۃ بالقلم والصلوٰۃ والسلام علی أفضل العرب والعجم وعلی الہ وأصحابہ الذین ھم بحور العلم والحکم أمابعد: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم أوکماقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

خدا کے نام میں لذت نہ پائی اہلِ غفلت نے
تعجب اِس میں کیا دل مرگیا دنیا پہ مرنے سے
تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیاہ کار رہے

مغربی ممالک یوں تو عیسائی مذہب کے ماننے والی قوموں پر مشتمل ہیں شروع میں عیسائی مذہب پر عمل کرنے والوں میں ترک راحت اور زہد کو رہبانیت کی حد تک اختیار کرنے کا رواج رہا ہے؛ لیکن گذشتہ صدیوں میں وہاں مذہب کے خلاف بغاوت ہوئی اور مذہب کو عبادت خانوں اور خانقاہوں کے اندر محدود و مقفل کر کے عام زندگی سے خارج و معدوم کردیا گیا، عام زندگی کو محض ہر شخص کی اپنی سمجھ اور خواہش کے تابع بنادیا گیا؛ چنانچہ آسمانی رہنمائی اور اخلاقی و دینی قدروں سے آزاد ہو کر اپنی پسند کو اپنایا جانے لگا اور رجحان کی قدروں کو اختیار کیا جانے لگا، اس سے ان لوگوں کی سیرت و اخلاق میں انارکی پیدا ہوگئی، اس انارکی اور بدنظمی نے جو نتائج پیدا کئے اور جو صورت حال بنی وہ بڑی ہولناک و خطرناک ہے اور مشکل یہ ہے کہ یورپ کی دوستی نامی جو بالادستی اس وقت پوری دنیا پر قائم ہے اس کے پروپیگنڈہ کے ذریعہ اس کے مذموم پہلو منکشف ہو نہیں پاتے، ان کے اخفاء کے ساتھ صرف اس کے مزین اور چمکدار پہلو سامنے لائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مشرقی ممالک کی قومیں بھی مغربی تہذیب کی خرابیوں میں ملوث ہوتی جارہی ہیں، دراصل مغربی تہذیب کا بنیادی ستون مادیت و لادینیت ہے جس میں اخلاقی و روحانی قدروں کو یکسر فراموش کردیا گیا ہے، صنعتی انقلاب کے بعد سائنس وٹکنالوجی کی حیرت انگیز ایجادات وانکشافات نے مادی راحت و آسائش کی ایسی بیشمار چیزیں بنادیں جنھیں دیکھ کر عام انسان مرعوب ہوگئے اور اسی تہذیب کے شیدائی و پرستار بن گئے، اس خلاب تہذیب نے مفکرین کی فکروں اور دانشوروں کی دانشمندی کو کھینچ لیا، محققین کی تحقیق کو غصب کرلیا، مسلمانوں کی مسلمانی کو جھپٹ لیا شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے مغربی تہذیب کی کیا ہی خوب منظر کشی کی اور دوٹوک الفاظ میں اس کی بہترین عکاسی کی۔

مثال ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
خرید لی فرنگی نے وہ مسلمانی

کسی بھی معاشرہ کی تشکیل میں قدریں نہایت اہم رول ادا کرتی ہیں، معاشرہ اپنے ارتقائی منازل میں ضروری قدریں کو اپناتا ہے جن قدروں کی وجہ سے معاشرہ میں نظم واستحکام برقرار رہتا ہے اور یہی قدریں افراد کی فلاح و بہبود کی ضامن ہوتی ہیں: لیکن گذشتہ صدیوں میں عالمی پیانے پر زبردست تبدیلیاں ہوئی ہیں، نئی نسل نے فرسودہ قدروں کو غیر ضروری قرار دیکر جس افراط سے کام لیا ہے وہ ناقابل ذکر ہے اور اخلاقی قدروں کو پس پشت ڈالنے کی بناء پر معاشرہ جن خرابیوں کا شکار ہوا ہے وہ بھی ناقابل تذکرہ ہے، اخلاقی قدروں کی ناقدری ان سے بے توجہی برتتے ہوئے صرف مادی خوشحالی کو نصب العین بنالیا گیا، جو کہ سم قاتل ثابت ہوا کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جنکا حل محض خوشحالی سے نہیں نکلتا، صرف ریاستہائے متحدہ امریکہ میں دس لاکھ کمسن بچیاں ہر سال حاملہ ہوتی ہیں، ہر نوے منٹ میں ایک نوجوان خودکشی کرتا ہے، برطانیہ کی اقتصادی معاشرتی ریسرچ کونسل نے اپنی ایک رپورٹ میں یہ اعتراف کیا کہ آج کا برطانوی نوجوان سیاسی عدم شعور کا شکار ہے اور حد سے متجاوز نسلی امتیازات میں الجھا ہوا ہے، نوجوان اخلاقی قدروں سے بے اعتنائی برتتے ہوئے مادیت میں پورے غرق ہوچکے اور زندگی کے واضح نصب العین سے ناواقفیت کی وجہ سے موقع پرستی، سوقیانہ عادات واطوار میں الجھ گئے ہیں، شراب نوشی ڈرگس کی لت رکیک تفریحات آزادانہ لذت کوشی نے انہیں گمراہی کی راہ پر ڈالدیا، چند برس پہلے بین الاقوامی نوجوانوں کا سال منایا گیا، اس کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں ایک ارب پانچ کروڑ پندرہ سے پچیس سال کے نوجوان موجود ہیں، دنیا کی تاریخ میں نوجوانوں کی اتنی تعداد اس سے پہلے کبھی نہیں پائی گئی اتنے بڑے طبقے کے سامنے اخلاقی قدروں کی پامالی کی بنیاد پر گوناگوں پیچیدہ خطرناک مسائل پیدا ہوگئے، علامہ اقبال مرحوم نے اپنی دوررس نظر کی بناء پر فرنگی تہذیب کی کشمکش کو دیکھ کر بہت پہلے ہی آگاہی دی تھی:

وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطرہ میں ہے اس کا آشیانہ

جب وقت چلا گیا نکیل ہاتھ سے چھوٹ گئی اب فکر لگی ہے مغربی دانشوروں کو فرنگی ماہرین سماجیات کو، یورپی ارباب بصیرت کو اخلاقی قدروں پر کنٹرول کی امریکہ کے ایک مشہور صحافی نے ٹائمس آف امریکا میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا: امریکہ کو سب سے بڑا خطرہ یہ لاحق ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو اخلاقی قدروں کی اہمیت سمجھانے سے قاصر ہے نوجوانوں کی کردار سازی کے دو اہم راستے ہیں (۱) والدین کی تربیت مہد مادر کی تربیت مؤثر تالحد وقبر ہوتی ہے، (۲) تعلیمی ادارے، تربیتی مراکز ہیں؛ گویا کہ یہ بھی مصنع اور فیکٹری ہے، جس کی تربیت کا اثر بھی دیرپا ہوتا ہے؛ اگر یہ دونوں طریق صحیح ہوں تو معاشرہ کو اخلاقی قدروں سے آشنا نوجوان مہیا ہوں گے؛ لیکن افسوس صد افسوس ان دونوں محاذوں پر شدید افراتفری کا عالم ہے، یہ دونوں خطرناک کشمکش کا شکار ہیں؛ کیونکہ والدین اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہیں کرسکتے ہیں؛ ان کے ذہن بھی مغربیت کے فریب کے رسیا ہیں، ان کی عقلوں پر فرنگی تہذیب کی حنا چڑھی ہوئی ہے، تو "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" والا مسئلہ درپیش ہوگیا؛ تعلیمی ادارے معلمین ومتدرسین کی تربیت سے عاجز وقاصر ہیں؛ کیونکہ ان تعلیمی اداروں اور تربیتی مراکز کو ایسے افراد اور ایسا عملہ اور رجال کار مہیا نہیں ہیں، جو افراد کی علی وجہ الکمال تربیت کا ذمہ لے سکیں اس افراتفری اور نشیب وفراز اور رخدوحال کی بنیاد پر معاشرہ خطرناک صورتِ حال کا شکار ہے اور جس کشمکش میں مبتلا ہے اور جس انحطاط کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے، وہ بیان سے باہر ہے، نمائش حسن، عریانیت وفیشن پرستی، مے نوشی، اسٹیج، اسکرین پر برہنگی کے مظاہرے کنٹراسیپشن، ابارشن اور ناجائز اولادیں جرائم وتشدد معاشرہ کا ایک حصہ بن گیا ہے، رکیک حرکات بدترین عادات تہذیب کا جزو لاینفک بن گئی ہیں۔

انسان اپنے جمالیاتی ذوق کے تحت ہمیشہ حسن کا شیدائی اور گرویدہ رہا ہے لیکن حسن کو کروڑوں ڈالر کی انڈسٹری بنادینے کا سہرا جدید دور کے انسانوں کے سر ہے، موجودہ دور کے تجارتی رجحان نے سنگار کی اشیاء اور حسن کو دوبالا کرنے والی جدید ترین تراکیب وتدابیر کو اتنا مقبول عام بنادیا کہ ہر دوشیزہ فیشن کی دلدادہ ہوگئی میک اپ کے بغیر اپنے وجود کو ادھورا اور اپنی شخصیت نامکمل سمجھتی ہے، جرمنی میں ایک خاتون تاجر نے کروڑوں ڈالر کا کاروبار شروع کیا، اور اپنے سیکس سوپر مارکٹ کی شاخیں پورے ملک میں پھیلادیں، شوق میک اپ اتنا بڑھ گیا کہ امریکی اور یورپی ملکوں کی خواتین اپنے شوہروں کی آمدنی کا خاصہ حصہ اشیاء آرائش وزیبائش میں صرف کرتی ہیں، اشیاء سنگار کی تیاری میں امریکہ ہر سال نصف ملین ڈالر صرف کرتا ہے، صرف چہرے کی مختلف ۹۳۰/ کریمیں تیار کرتا ہے اور ناخنوں کو رنگین بنانے کے لئے اکیس ۲۱/ لاکھ ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں اور دنیا میں نمائش حسن کا جنون اس حد تک بڑھ گیا کہ عورتیں اپنے جسم کی حقیقی اور پیدائشی بناوٹ کو درست کرنے کے لیے مشینیں استعمال کرتی ہیں اور طرح طرح کی سرجریاں کرواتی ہیں۔

حسن تو حسن عریانیت بھی ایک طرز زندگی بن گئی ہے، عریاں لباس، عریاں غسل، عریاں حسن کے مقابلے معاشرہ کے لائق مدح افعال میں داخل ہوگئے، یورپی مفکرین کا کہنا ہے کہ عریانیت میں کوئی ناشائستگی نہیں ہے؛ بلکہ صحت کے لئے مفید ہونے کی بناء پر اس کو زیادہ سے زیادہ رواج دینا چاہئے اور معاشروں کے درمیان اس کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے، برازیل میں اسکرٹس پہنے ہوئے ایک لڑکی بس میں سفر کررہی تھی، اس کے عریاں رانوں کو پاس میں بیٹھے ایک شخص نے کاٹ لیا اور عدالت میں اس شخص نے اپنے بچاؤ میں کہا: میں نے جب لڑکی کی عریاں رانوں کو دیکھا تو میں اپنے جذبات کو قابو نہ کرسکا شراب نوشی، ڈرگس کا ناروا استعمال آج متمدن دنیا کا متطور معاشرہ کا ایک بڑا مسئلہ بن گیا، اس کا کاروبار تین ۳۰۰/سو بلین یعنی ۳۰۰/سو ارب ڈالر تک پہنچ گیا جو کہ اسلحہ جات کے بعد سب سے بڑا کاروبار ہے اور مے نوشی کی کثرت اور قمار بازی کی زیادتی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ سویڈن جیسا خوش حال ملک سالانہ سو ۱۰۰۰/بلین ڈالر شراب نوشی کو روکنے پر خرچ کرتا ہے، فرانس میں شراب سازی کی صنعت میں دس لاکھ لوگ لگے ہوئے ہیں، ہندوستان میں سالانہ ۶۷۵/ کروڑ لیٹر شراب قانونی طور پر تیار کی جاتی ہے، ملک میں الکحل کی صنعت کا تخمینہ دو سو کروڑ روپئے لگایا گیا ہے۔

مغربی ملکوں میں ٹیلی ویژن کے پروگرام انحطاط کی کس حد تک پہنچ گئے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں گیارہ بجے شب کے شو میں شاپسماج پارلر، ڈاکمنٹری میں عریاں چھاتیوں اور عریاں سینوں کی نمائش کرتی ہوئی ویٹرس کے سین میں ٹی وی اسکرین پر پیش کئے جاتے ہیں، اب اسٹیج اسکرین پر برہنگی کے مظاہرے اور نمائش حسن اور عریانیت کا لازمی نتیجہ فحش کاری، زنا، حسن پرستی، بین المذاہب شادیاں (انٹر ولیجن میاریجس) اور لڑکیوں کا اغوا ہے، جو کہ عالم کا ایک بہت حساس مسئلہ بن گیا ہے زنا اور فحش کاری کا نتیجہ حمل ہے اور یورپ میں ناجائز اولادوں کو ختم کرنے کے لئے بہت آسان اور سہل تدابیر فحاشی اور زناکاری میں مبتلا لوگوں کو مہیا کی جارہی ہیں مانع حمل آلات کا استعمال یورپی ممالک میں اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ وہ آلات اب اسٹیشنری پر بھی مہیا ہوجاتے ہیں اور تو اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی کینٹینوں میں بھی دستیاب ہوجاتے ہیں، مشرق ایشیا کے ۴۷/ فیصد اور امریکہ کے ۵۴/ فیصد جنوبی ایشیاء کے ۳۳/ فیصد جوڑے ان مانع حمل آلات کا بے جھجک استعمال کرتے ہیں، اس کے علاوہ یورپ کے باشندے چوری اور ڈکیتی میں بھی کئی گنا ترقی کرچکے ہیں اور اس میں صرف نوجوان ہی نہیں بلکہ بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں، یورپین ممالک میں جتنا ہاتھ چوری اور ڈکیتی میں نوجوانوں کا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر ہاتھ عورتوں اور بچوں کا ہے، عورتیں شاپ لفٹنگ، نقب زنی، راہ زنی اور سرقہ میں مردوں سے چار ہاتھ آگے ہیں، امریکہ میں اٹھارہ سال کے بچے نے دس کاریں چوری کی اور ایک فلم جس میں صرف بیس منٹ میں بینک کو لوٹ لینے کا رول ادا کیا گیا تو ایک ملک کی عوام نے حقیقتاً بینک کو بیس منٹ میں لوٹ لیا۔

زخمی ہے انسانیت اور دکھیا ہے سنسار
پھر بھی اس ماحول سے نہیں کوئی بیزار

اس اخلاقی بحران، باطل عادات اور رکیک جرائم کے سدباب کی تدبیر اور ان سے ہونے والے نقصان کی تلافی تدارک و پا جبائی، صرف یہ ہے کہ ہم نے جو کھویا، کھویا لیکن پانے کی فکر کریں، دنیا میں کوئی کھونا آخری کھونا نہیں ہے ہر کھونے کے بعد پانے کا نیا امکان ہے، عقلمند وہ ہے جو کھونے کو بھلا دے اور پانے کی فکر کرے، ماضی ہمارے ہاتھ سے نکل چکا، حال بھی ہمارا ساتھ چھوڑ رہا ہے، اب جو چیز ہمارے قبضہ میں ہے وہ صرف ہمارا مستقبل ہے، بیتے ہوئے لمحات گذرے ہوئے لحظات کا غم کیوں کریں؟ بلکہ مستقبل میں انسانیت کی جدید تعمیر کی فکر کریں اور انسانیت کی تعمیر کے اہم عناصر نہ تو قوانین سازی ہے، نہ تعلیمی اداروں کا قیام ہے اور نہ تربیتی مراکز کی بنیاد رکھنا ہے؛ بلکہ تعمیر کا کارگر عنصر وہ افراد کی اصلاح ہے اور اہل معاشرہ کے نفوس کی درستگی ہے، جب تک افراد کی اصلاح نہ ہوگی اور ان کے نفوس کی شاہراہ مستقیم کی طرف رہنمائی نہ ہوگی، تب تک ساری تنظیمیں، ساری پالیسیاں، بیکار اور اکارت جائیں گی اس خیال کی تائید ایک شعر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے ۔

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی نہ بن سکا

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مغربیت کے فریب کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس میں کہا کہ مغربی تہذیب سے بچنے کا بہترین حل یہ ہے کہ اس کے محاسن کو اختیار کیا جائے اور معائب کو ترک کر دیا جائے دوسرا حل: اسلاف کے مسلک کا سلوک ان کے نقش قدم کی پیروی اور ان کے خطوات قدم کی اتباع؛ کیونکہ یہی ڈوبتی ہوئی ناؤں کے لئے سہارا ہے اور یہی گم گشتہ راہ امت کے لئے راہِ مستقیم ہے اور یہی مستند راستے ہیں ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

مستند راستے وہی مانے گئے
جس سے ہوکر تیرے دیوانے گئے

مشہور مفکر صاحب طرز انشاء پرداز مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے فرنگی تہذیب سے چھٹکارے کے حل میں کہا تھا: اسکولوں، اور کالجوں میں جو بھی تعلیم ملتی ہے، سب اسی تہذیب کے ماتحت ہے، تفریحی منظر کھیل تماشے، جو بھی سامنے آتے ہیں، سب اسی شعلہ کو تیز کرنے والے ہیں، لباس کی ساری فیشن طرازیاں، وضع قطع کی تمام نزاکتیں سب اسی آگ پر تیل ڈالنے والی ہیں اس لیے ماحول سارا کا سارا اسی کا مؤید ہے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ اس پورے ماحول کو بدلا جائے اور ماحول بدلنے کا مدار افراد کی تبدیلی پر ہے؛ کیونکہ افراد کی تبدیلی معاشرہ ملک و ماحول کی تبدیلی ہے، اپنے کلچر اور اس کے تمام اداروں کو جنسی گراوٹ و انحطاط سے چھٹکارا دلایا جائے، موجودہ گراوٹوں اور اس کی کشمکشوں کا بہترین اور سب سے زیادہ مؤثر حل یہ ہے کہ اذہانِ بشریہ کی اصلاح کی جائے، اذہان کی اصلاح عمل کی اصلاح ہے اور اذہان کی تعمیر زندگی کی تعمیر ہے اور قوم کے افراد کے اندر مقصد کا شعور پیدا کیا جائے؛ کیونکہ مقصد آدمی کی چھپی ہوئی قوتوں کو جگا دیا ہے اور اس کو نیا انسان بنا دیتا ہے۔

آخر میں بارگاہ یزدانی میں ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ ہم کو مغربیت اور فرنگی تہذیب کے فریب اور اس کی ملمع سازی کی فریفتگی سے بچائے اور تا منتہائے حیات ہمارا ایمان سلامت رکھے، اور ہمیں زندگی کے بقیہ ایام جو خاموشی سے گذر رہے ہیں اور وہ لمحات و لحظات وہ ساعتیں جو سکوت و صموت بیت جا رہے ہیں اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے
بج رہا ہے، بے آواز ہے

تاريخ أخلاق يورب
تاريخ إنكلستان
إسلام اور مغرب كي تهذيبي مسائل